**OPEN ACCESS**
*Hazara Islamicus*
*ISSN (Online): 2410-8065*
*ISSN (Print): 2305-3283*
*www.hazaraislamicus.com*

*Hazara Islamicus, Vol.:11, Issue: 02,July-Dec 2022*
*PP: 1-26*

# مقدسات کا احترام اور امنِ عالم میں اس کا کردار: جرمِ توہینِ رسالت کے خصوصی مطالعے کی روشنی میں

# *Respect of Sanctities and its Role in Peace Making with Specific Reference to Blasphemy against the Prophet (SAW)*

**Dr. Asad Ullah**
*Lecturer, Faculty of Shariah and Law, International Islamic University, Islamabad*

## Abstract

*Just like Islam, all religions have a set of beliefs and tenets. Islamic beliefs are sacred for Muslims, Moses and Torah are sacred for Jews, Jesus and Gospel are sacred for Christians. The same applies in the case of other religions too. Peaceful coexistence in a multi-religious and multicultural society necessitates refraining from insulting each other's sanctities. The Holy Qur'an forbids Muslims from abusing the gods of the polytheists, so that they would not pass insulting comments regarding Allah Almighty. On the other hand, the recent past has witnessed unexpected increase in the crimes of blasphemy at both national and international levels, which leads to riots every now and then. Accomplishing the mission of peace requires that all must hold respect for each other's sanctities and take care of their feelings towards their religious tenets. Similarly, the members of the minority community living in Pakistan also have the responsibility to hold respect for the Prophet Muhammad (PBUH) as the Muslim community owes the responsibility to pay respect to their beliefs. It is also the duty of the international community to refrain from any action that hurts the feelings of one and a half billion Muslims for the sake of global peace. This paper discusses the principle of "respect of sanctities" in Islam and its role in peace-making in the multicultural world. In addition, in order to stop committing blasphemous acts, this paper will come up with certain measures and recommendations under the pretext of this principle. It will conclude the discussion with the responsibilities of individual Muslims, minority people, government and religious leaders in this regard.*

***Key Words***: *Blasphemy, Respect of Sanctities, Peace Making, Freedom of Speech.*

**مقدمہ:**

**الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام الأتمّان الأكملان على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد،**

قرآن مجید میں بارہا اس نکتے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی تمام انسانوں کو جبری طور پر ایک دین پر مجتمع کر سکتے تھے، لیکن کچھ تکوینی مصلحتوں کے پیشِ نظر ان کو مختلف ادیان قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، ارشاد باری تعالی ہے:

**﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾[1].**

ترجمہ: "اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا، لیکن وہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور جو ظالم لوگ ہیں ان کا نہ کوئی رکھوالا ہے، نہ کوئی مددگار"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

**﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ، إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ﴾"[2].**

ترجمہ: "اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طریقے کا پیرو بنا دیتا (مگر کسی کو زبردستی کسی دین پر مجبور کرنا حکمت کا تقاضا نہیں ہے، اس لیے انہیں اپنے اختیار سے مختلف طریقے اپنانے کا موقع دیا گیا ہے) اور وہ اب ہمیشہ مختلف راستوں پر ہی رہیں گے۔ البتہ جن پر تمہارا پروردگار رحم فرمائے گا (ان کی بات اور ہے کہ اللہ انہیں حق پر قائم رکھے گا) اور اسی (امتحان) کے لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے"۔

لیکن اس اختلاف کے باوجود اللہ تعالی کا منشا یہ تھا کہ مختلف عقائد اور ادیان کے ماننے والوں کے درمیان محبت کی فضا قائم رہے، چنانچہ ان کو دینی مشترکات پر مجتمع ہونے کی دعوت دی گئی، اللہ تعالی نے اہل کتاب کے بارے میں مسلمانوں کو ارشاد فرمایا:

**﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾[3].**

ترجمہ: "(مسلمانو، یہود و نصاری سے) کہہ دو کہ: اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو، اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو: گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں"۔

اسی طرح مسلمانوں کو خطاب ہوا کہ جن کافروں کے ساتھ وہ حالت جنگ میں نہ ہوں ان سے الفت اور رواداری سے پیش آئیں، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾[4]۔

ترجمہ: "اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

اس کے ساتھ مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ کفار کی مقدسات کا ایسے طریقے سے ذکر نہ کریں جن سے ان کے جذبات مجروح ہوں، اور جس کے جواب میں وہ خدائے بزرگ و برتر کی شان اقدس میں گستاخی کی جسارت کرلیں، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[5]۔

ترجمہ: "اور جنہیں یہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو پس وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں حد سے گزر کر جہالت کی وجہ سے گستاخی کرنے لگیں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر امت کیلئے ان کے عمل کو مزین کر دیا ہے پھر انہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے سو وہ انہیں بتادے گا ان کاموں کو جنہیں وہ کیا کرتے تھے"۔

اس طرزِ عمل کے مکلّف صرف مسلمان ہی نہیں، بلکہ کافروں کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی مقدسات کا احترام ملحوظ رکھیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کا ایسے طریقے سے تذکرہ نہ کریں جو مسلمانوں کی دلآزاری کا باعث بنے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ریاست کے اندر رہنے والے ذمی شہریوں کو اس بات کا پابند بنایا جاتا تھا کہ وہ علی الاعلان اپنے مشرکانہ عقائد کا اظہار نہیں کریں گے۔ چنانچہ حضرت عمر نے شام کے اہل کتاب کے ساتھ جو تحریری معاہدہ فرمایا تھا، اس کے کچھ شق یہ تھے:

"أن لا يُظهروا شركاً ولا صليباً ولا شيئاً من كتبهم في شيءٍ من طرق المسلمين، ولا يضربوا بالناقوس إلا ضرباً خفيفاً، ولا يرفعوا أصواتهم بالقراءة في كنائسهم في شيء من حضرة المسلمين"[6]۔

ترجمہ: ---وہ (اہل کتاب) اپنے شرکیہ عقائد، اپنی صلیب اور دیگر مذہبی کتابوں کا مسلمانوں کے رستوں میں اظہار نہیں کریں گے، اپنے ناقوس کو ہلکی آواز کے ساتھ بجائیں گے، اور مسلمانوں کی موجودگی کے وقت اپنے کنیسوں میں اونچی آواز سے مذہبی کتابیں نہیں پڑھیں گے۔

اس لیے ملی وحدت اور قومی یگانگت کے لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہر مذہب والے دیگر مذاہب کی مقدسات کا احترام کریں، اور اختلافی امور کو اچھالنے کی بجائے مشترکات کو مد نظر رکھیں۔ احترام سے مراد یہی ہے کہ دیگر مذاہب کی مقدسات کا تذکرہ بایں طور نہ کیا جائے جس سے اشتعال انگیزی اور باہم نفرت پیدا ہو اور دیگر مذاہب کے ماننے والے مسلمانوں کی مقدسات کی بے حرمتی کریں۔ اگر کسی عقیدے کے مسئلے میں اختلافی رائے کا اظہار کرنا بھی ہو تو وہ بھی شائستہ اور مہذب

طریقے سے کیا جائے۔

زیرِ نظر مقالے کا مقصد بھی مقدسات کے احترام کے اصول کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے جس کو ایک مقدمہ اور سات ذیلی مباحث اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا گیا ہے۔

**1- مقدسات کے احترام کی اہمیت:**

ہر انسان کے لیے کسی مذہب کے تابع ہونا ایک فطری معاملہ ہے، اور ہر معاشرہ کسی نہ کسی دین پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ شاذ و نادر ہی کوئی ایسا معاشرہ ہو سکتا ہے جس کا کوئی عقیدہ نہ ہو، مشہور فلسفی ول ڈیورانٹ لکھتا ہے:

**"إن الإيمان أمر طبيعي وهو وليد الحاجات الغريزية والاحساسات المستقيمة بصورة مباشرة، أقوى من الجوع وحفظ النفس والأمان والطاعة والانقياد ... صحيح أن بعض الشعوب ليس لها ديانة على الظاهر، إلا أن هذه الحالات نادرة الوقوع"[7].**

> ترجمہ: ایمان لانا ایک فطری امر ہے، جو کہ فطری ضروریات اور احساسات کا براہِ راست اور لازمی نتیجہ ہے، یہ احساس بھوک، حفاظتِ نفس، امن، فرمانبرداری اور تابعداری کے احساسات سے بھی بڑھ کر ہے۔-- یہ بات درست ہے کہ کچھ لوگوں کا بظاہر کوئی مذہب نہیں ہوتا لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

مشہور یونانی فلسفی پلوٹارک کہتا ہے:

**"من الممكن أن نجد مُدناً بلا أسواروﻻ ملوك وﻻ ثروة وﻻ آداب وﻻ مسارح، ولكن لم نجد قطّ مدينة بلا معبد، أو ﻻ يمارس أهلها عبادة"[8].**

> ترجمہ: یہ بات ممکن ہے کہ ایسے شہر موجود ہوں جن کی دیواریں نہ ہوں، نہ کوئی بادشاہ ان پر حکومت کرتا ہو، نہ ان کے پاس مال و دولت ہو، نہ ان کے ہاں کوئی اطوار و آداب رائج ہوں، نہ ان کے ہاں سینیما ہوں، لیکن ایسا شہر نہیں مل سکے گا جو کسی عبادت گاہ کے بغیر ہو، اور جہاں کے لوگ اپنے طریقے سے عبادت نہ کرتے ہوں۔

جب ہر معاشرہ کسی نہ کسی دین کے تابع ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہاں کے باسیوں کے ہاں کچھ شعائر، مقدس شخصیات اور مقدس عبادت گاہیں بھی ضرور ہوں گی۔ مثال کے طور پر مسلمان اللہ تعالیٰ کی بزرگی، رسول اللہ ﷺ کے احترام اور کعبہ کی تقدیس کے ساتھ ساتھ کافی چیزوں کو مقدس سمجھتے ہیں، جن کو شعائر اللہ کہا جاتا ہے، جس کے بارے میں ارشاد گرامی ہے:

**﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَاللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾[9].**

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے، تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ﴾[10]۔

ترجمہ: "اے ایمان والو، اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو"۔

زیر نظر مقالہ میں مقدسات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو کسی بھی مذہب میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہود سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور تورات کو تقدیس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کو مقدس مانتے ہیں، ہندو گاو ماتا اور اپنے ویدوں کے احترام کے قائل ہیں، سکھ گرونانک کا احترام کرتے ہیں اور بدھ مت کے پیروکار گوتم بدھ کو ما فوق الفطرت درجہ دیتے ہیں، اس لیے ایک متنوع معاشرے میں امن و آشتی کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے مذاہب کی مقدسات کا تذکرہ بایں طور نہ ہو جس سے لوگوں کے جذبات مجروح ہوں۔

**2- اسلام میں مقدسات کے احترام کا اصول:**

اسلام دوسرے مذاہب کا احترام کرنے اور ان کے جذبات کو مجروح کرنے سے باز رہنے پر زور دیتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام انبیاء پر ایمان لایا جائے اور ان میں تفریق نہ کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾[11]۔

ترجمہ: "اور جو اس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں"۔

دوسری جگہ مسلمانوں کو مخاطب کرکے ارشاد ہے:

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾[12]۔

ترجمہ: "(مسلمانو) کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کلام پر بھی جو ہم پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا، اور اس پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا ہوا۔ ہم ان پیغمبروں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے، اور ہم اسی (ایک خدا) کے تابع فرمان ہیں"۔

اسی طرح مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾[13]۔

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں، اور ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہ کریں تو اللہ ایسے لوگوں کو ان کے اجر عطا کرے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے"۔

اسلام اس بات کا داعی ہے کہ ایک ریاست کے اندر رہنے والے شہریوں کے مابین امن و آشتی اور باہمی رواداری کے ساتھ بقائے باہمی قائم ہو، یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں رہنے والے یہودیوں کے

ساتھ ایک معاہدہ تحریر فرمایا، آپ ﷺ نے ان کی مقدسات کو نہیں چھیڑا اور نہ ہی انہیں اپنی عبادت سے روکا، تاکہ مسلمان اور یہودی ایک ہی ریاست میں محبت، اتحاد اور احترام کے ساتھ رہیں۔

امام شافعی کے بیان کے مطابق سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں رہنے والے تمام یہودیوں سے ایک معاہدہ تحریر فرمایا اور ان پر کوئی جزیہ مقرر نہیں کیا[14]۔ ابن اسحاق کے مطابق آپ ﷺ نے انہیں اس معاہدے کے بموجب ان کے دین پر باقی رکھا اور ان کے اموال کی حفاظت کی یقین دہانی کروائی اور ان کے لیے کچھ حقوق مقرر کیے اور ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد کیں[15]۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد الذمہ (جو اسلامی ریاست کے غیر مسلم مستقل باشندوں کو حاصل ہوتا ہے) کفار کو اپنی روایات اور عبادت کے طریقوں پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس شاہِ مصر کے پاس بھیجا تو حضرت حاطب نے اپنے خطاب کے دوران اس سے فرمایا: "ہم آپ کو مسیح کے دین سے منع نہیں کرتے، بلکہ ہم آپ کو اسی پر عمل پیرا ہونے کا ہی کہتے ہیں (یعنی عملی طور پر اسلام کی بالادستی قبول کرنے کے ساتھ)"[16]۔

رسول اللہ ﷺ کے اس طرزِ عمل کے پیشِ نظر جب حضرت عمر نے یروشلم کو فتح کیا، تو ان کے ساتھ جو معاہدہ تحریر فرمایا اس میں یہ بھی شامل تھا کہ ان کی جان و مال، کنیسوں اور صلیبوں کو تحفظ حاصل ہے، نہ ان کے کنیسوں میں کوئی رہے گا نہ اسے مسمار کیا جائے گا، نہ ان کی جگہ کو کم کیا جائے گا، نہ انہیں دین کے معاملے میں مجبور کیا جائے گا اور نہ ہی ان میں کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا[17]۔ بلکہ مورخین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کے کنیسے میں نماز بھی اس لیے نہیں پڑھی تاکہ اس کو ایک طریقہ نہ بنا لیا جائے اور اس کے ذریعے ان کی عبادت گاہوں کو مسجد میں تبدیل کرنے کا منظم آغاز نہ ہو[18]۔

## 3- اسلام میں شرک اور مشرکین کی مذمت:

### 3.1- مذمت کی اجازت:

مذکورہ بالا تفصیل کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اسلام لوگوں کے شرک پر رہنے کو گوارا کرتا ہے، بلکہ انبیاء کی بعثت کے اولین مقاصد میں سے شرک کو ختم کرنا، یا ممکنہ حد تک کم کرنا اور دلائل سے شرک کی قباحت بیان کرنا تھا، اسی لیے ان کو جہاد کی اجازت بھی دی گئی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسلام کا بول بالا ہو اور کافر اسلام کی بالادستی کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ اسلام اس بات کا دعویدار ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کے لیے پسند فرمایا اور ان کو اس کی اتباع کا مکلّف بنایا، اللہ تعالی کا اس بارے میں ارشاد بالکل واضح ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[19]۔

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا"۔

مزید فرمایا:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾[20]۔

ترجمہ: "بیشک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾[21]۔

ترجمہ: "جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں"۔

جن موضوعات کو قرآن مجید نے بنیادی طور پر موضوعِ بحث بنایا ہے ان میں اہم ترین موضوع توحید کا اثبات اور شرک کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عقلی، نقلی اور الزامی دلائل سے اپنے لیے توحید کو ثابت کیا ہے، اور شرک کی نفی کرتے ہوئے مشرکین کے خود ساختہ دلائل کی بیخ کنی کی ہے، اس کے ساتھ ساتھ مشرکین اور ان کے معبودوں کی مذمت بیان کی ہے، اور ان کے معبودوں کی کمزوری کو بیان کرنے کے ضمن میں یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ تو کسی مکھی کی پیدائش کی بھی قدرت نہیں رکھتے، چنانچہ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ﴾[22]۔

ترجمہ: "تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو دعا کے لیے پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، چاہے اس کام کے لیے سب کے سب اکٹھے ہو جائیں، اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ ایسا دعا مانگنے والا بھی بودا اور جس سے دعا مانگی جا رہی ہے وہ بھی"۔

ان کے بارے میں یہ بھی بتایا کہ ان کے یہ خود ساختہ معبود قیامت میں جہنم کا ایندھن ہوں گے، ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾[23]۔

ترجمہ: "(اے شرک کرنے والو) یقین رکھو کہ تم اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں، تمہیں اسی جہنم میں جا اترنا ہے"۔

اس کے علاوہ بھی کافی آیات میں اسی اسلوب کو اپنایا گیا ہے۔

لہٰذا شرک اور مشرکین کی مناسب طریقے سے مذمت ایک مباح امر ہے، اسی طرح عمومی اور مناسب انداز میں کافروں پر لعن طعن کرنا اور ان کی برائی بیان کرنا بھی جائز ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾[24]۔

ترجمہ: "مشرک لوگ تو سراپا ناپاکی ہیں"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾[25]۔

ترجمہ: "پس پھٹکار ہے اللہ کی ایسے کافروں پر"۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرمایا:

**"لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور أنبيائهم مسجداً"(26).**

ترجمہ: "یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا"۔

یہود کے بارے میں یہ بھی فرمایا:

**"قاتل الله اليهود، حرّمت عليهم الشحوم فجملوها فباعوها"(27).**

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ یہود کو غارت کرے، ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر تیل بیچنا شروع کیا"۔

اس لیے مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنا کچھ شرائط کے ساتھ اصولی طور پر جائز ہے۔ علامہ زمخشری اس آیت کے ذیل میں -جس میں مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا ہے- رقمطراز ہیں:

"یہاں یہ سوال ذہن میں آ سکتا ہے کہ معبودانِ باطلہ کو برا بھلا کہنا نیکی کا کام ہے تو آیت میں کیسے اس سے روکا گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھار ایک نیک کام کسی گناہ کا پیش خیمہ بنتا ہے جس کی وجہ سے وہ نیک کام معصیت میں بدل جاتا ہے، جیسے کہ نہی عن المنکر کا فریضہ اگر شر کا باعث بنے تو نہی عن المنکر خود منکر بن جاتا ہے"(28)۔

یہاں اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ مشرکین کے کچھ معبود دراصل نیک لوگ تھے جنہیں جاہل لوگوں نے پس از مرگ معبود بنا لیا تھا، اس لیے ان کو برا بھلا کہنا جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سورۃ نوح کے اس آیت:

**﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾(29).**

ترجمہ: "اور (اپنے آدمیوں سے) کہا ہے کہ اپنے معبودوں کو ہرگزمت چھوڑنا، نہ ود اور سواع کو کسی صورت میں چھوڑنا، اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا"۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے، جن کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد شیطان نے ان کے متوسلین کو بہکایا کہ ان کی مورتیاں بنالی جائیں، ایسا کر لینے کے بعد ابتدا میں ان کی عبادت نہیں کی گئی، لیکن پہلی نسل کے رخصت ہو جانے کے بعد ان مورتیوں کی پوجا شروع ہو گئی (30)۔ اسی لیے جب یہ آیت اتری کہ مشرکین اور ان کے معبود جہنم کا ایندھن ہوں گے، تو مشرکین میں سے ابن الزبعری نے اعتراض کیا کہ نصاری حضرت عیسی کی عبادت کرتے ہیں، یہود حضرت عزیر کی عبادت کرتے ہیں اور بنو ملیح ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں، تو ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس پر یہ آیت اتری(31):

**﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ﴾(32).**

ترجمہ: "البتہ جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے سے لکھی جا چکی ہے (یعنی نیک مومن) ان کو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا"۔

اور ان حضرات کو اس عمومی حکم سے مستثنیٰ کیا گیا۔

### 3.2-جواز کی شرائط:

مشرکین اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے کی جس اجازت کا مندرجہ بالا سطور میں ذکر کیا گیا اس کے لیے ایک بنیادی شرط ہے کہ وہ کسی بڑے فتنے کا پیش خیمہ نہ بنے، اگر اس کے جوابی اقدام کے طور پر یہ ممکنہ خدشہ ہو کہ مشرکین اللہ تعالی کے بارے میں کچھ نازیباالفاظ کہہ دیں گے تو پھر ایسا کرنا ناجائز ٹھہرے گا۔ ابن الفرس الاندلسی فرماتے ہیں:

"اگر کافروں کے دین کے بارے میں کچھ کہنے سے اس بات کا خدشہ ہو کہ کافر اللہ تعالی کے بارے میں، یا رسول اکرم ﷺ کے بارے میں یا اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں نامناسب بات کہہ دیں تو ایسی صورتحال میں ان کے دین یا صلیب کے بارے میں کچھ کہنا ناجائز ہو گا، اور کوئی بھی ایسا کام ناجائز ہوگا جس سے اس بات کا اندیشہ ہو"[33]۔

اس بات کی واضح دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَلا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[34]۔

ترجمہ: اور جنہیں یہ لوگ اللہ (تعالی) کے علاوہ پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو پس وہ اللہ تعالی کی شان میں حد سے گزر کر جہالت کی وجہ سے گستاخی کرنے لگیں گے۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو مشرکین کے معبودوں کے بارے میں برا بھلا کہنے سے روکا گیا ہے تاکہ اس سے اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کی راہ نہ کھلے۔ اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو مشرکین کے معبودوں کے بارے میں برا بھلا کہنے سے روکا، یہ کام اگرچہ بذات خود مستحسن ہے لیکن یہ فساد کا مقدمہ بنتا ہے"[35]۔

اس آیت کا شانِ نزول ابن ہشام وغیرہ کے مطابق یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آپ ﷺ سے ملاقات کرکے کہا کہ یا تو آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں یا ہم آپ کے خدا کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں گے، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی[36]۔ ابن جریر نے اس بات کو اپنی سند سے ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے[37]۔

چونکہ اللہ تعالی نے ہر امت کے لیے ان کے اعمال کو مزین بنا دیا ہے، اس لیے مشرکین حق پر نہ ہونے کے باوجود اپنے معبودوں کے دفاع میں اللہ تعالی کو برا بھلا کہنا باعثِ ثواب سمجھتے تھے، قرآن مجید نے بھی اس نکتے کی طرف اشارہ فرمایا ہے، مذکورہ بالا آیت کے بعد ارشاد ہے:

﴿كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[38]۔

ترجمہ: "ہم نے اسی طرح ہر امت کیلئے ان کے عمل کو مزین کر دیا ہے پھر انہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے سو وہ انہیں بتادے گا وہ عمل جو وہ کیا کرتے تھے"۔

اس لیے مشرکین اور ان کے معبودوں کے بارے میں غیر محتاط گفتگو اگرچہ ایک جائز معاملہ ہے لیکن فساد کا پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے اس سے روکا گیا۔ علامہ سعدی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ایک جائز کام سے روکا ہے، اس لیے کہ یہ جائز کام ایک

ناجائز کام کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔اس آیت میں ایک اور شرعی قاعدہ کی دلیل بھی ہے کہ نتائج کو دیکھ کر ذرائع پر حکم لگایا جاتا ہے، اور حرام نتیجے کے ذرائع اگرچہ بذاتِ خود جائز ہوں لیکن پھر بھی حرام پر منتج ہونے کی وجہ سے حرام قرار پاتے ہیں"(39)۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممانعت حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے ساتھ خاص تھی جو جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہو گئی؟ ابن حزم اس سوال کا جواب اثبات میں دیتے ہیں چنانچہ ان کے ہاں اب یہ حکم منسوخ ہے(40)، جب کہ دیگر مفسرین کے ہاں یہ حکم عام ہے اور تا حال باقی ہے۔علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"علماء کرام کا قول ہے کہ اس آیت کا حکم اب بھی باقی ہے، اس لیے جہاں کافروں کو طاقت حاصل ہو اور یہ خوف ہو کہ وہ اسلام، رسول اللہ ﷺ یا اللہ تعالی کو برا بھلا کہہ دیں گے، تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہو گا کہ ان کے دین، صلیب یا گرجے کے بارے میں کوئی نازیبا کلمات کہے، اس لیے کہ ایسا کرنا معصیت کا پیش خیمہ ہے"(41)۔

آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق پر ہونے کے باوجود کبھی کبھار حق سے دستبردار ہونا پڑتا ہے جب ایسا نہ کرنے سے فتنے کا دروازہ کھلے، امام سیوطی فرماتے ہیں:

"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسا اہم دینی فریضہ بھی اس لیے ساقط ہو جاتا ہے کہ اس سے کوئی فتنہ اٹھتا ہے، اور اسی طرح ہر مطلوب فعل جس سے کوئی فساد اٹھے اسے ترک کرنا لازم ہو جاتا ہے"(42)۔

### 3.3- ممنوعہ مذمت سے کیا مراد ہے؟

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں جس برا بھلا کہنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ ان کے معبودوں کی برائی بیان نہ کی جائے، اور یہ نہ کہا جائے کہ انہیں کارخانۂ عالم میں کوئی اختیار حاصل نہیں، اس طرح کی باتیں تو خود قرآن کریم میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی کبھار مسلمان طیش میں آکر ان کے معبودوں کے بارے میں ایسی کوئی بات کہہ دیں جس سے کافر بھی طیش میں آکر اللہ تعالی کے بارے میں کچھ کہہ دیں۔امام حاکم فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کو ان کے بتوں کے بارے میں نازیبا گفتگو سے دو وجوہات کی بنیاد پر روکا گیا: پہلی وجہ یہ کہ ان کے بت دراصل پتھر سے تراشیدہ بے جان چیزیں تھیں جن کا کوئی قصور نہیں تھا، دوسری وجہ یہ کہ ایسا کرنا اللہ تعالی کے بارے میں نازیبا کلمات کے گناہ کا سبب بن رہا تھا، اس لیے ہمارے ذمے صرف یہ بیان کرنا ہے کہ ان بتوں کی عبادت جائز نہیں اور ان کی عبادت سے ایک مسلمان کو نفرت ہونی چاہیے، اور یہ کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور اس قسم کی باتیں نازیبا کلمات کے زمرے میں داخل نہیں"(43)۔

### 3.4- بتوں کے بارے میں نازیبا کلمات سے ممانعت کی وجہ:

بتوں کے بارے میں نازیبا کلمات سے روکے جانے کی وجہ کے بارے میں مفسرین دو رائے رکھتے ہیں:

**پہلی رائے:**

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ بتوں کے بارے میں نازیبا کلمات کہنا اگرچہ فی نفسہ ایک جائز کام ہے، لیکن چونکہ یہ ایک فتنے کا پیش خیمہ ہے، اس لیے مصلحت اور فتنہ کے تعارض کے وقت مصلحت کو ترک کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ مشہور قاعدہ ہے کہ فساد کو دفع کرنا مصلحت کو حاصل کرنے سے اولیٰ ہے[44]۔

امام رازی اس موقف کی تائید کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ یہ کام فی نفسہ اگرچہ مشروع ہے مگر اس سے جہالت کا ایک دروازہ کھلتا ہے، کافروں کی دین سے دوری کا باعث بنتا ہے، اور اس سے ان کے دلوں میں غم و غصہ کے جذبات اٹھتے ہیں، اس لیے ایسا کرنے سے روکا گیا[45]۔

**دوسری رائے:**

دوسری طرف کچھ مفسرین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ بتوں کے بارے میں نازیبا کلمات کہنا سرے سے شریعت میں مطلوب ہی نہیں، اس لیے کہ دینِ اسلام کی طرف دعوت دینے میں اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، داعی کو جن باتوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ یہ کہ کافروں سے مناسب طریقے سے مباحثہ کرے، توحید کی حقانیت اور شرک کا بطلان ثابت کرے اور ان کے معبودوں کی کمزوری ثابت کرے، اس میں نازیبا کلمات کہنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے کہ کافر مسلمان سے بھی زیادہ نازیبا کلمات کہہ سکتے ہیں، اس لیے یہ کوئی مطلوب و مقصود ہے ہی نہیں۔

مشہور مفسر علامہ ابن عاشورؒ لکھتے ہیں کہ حق اور باطل میں فرق ہی یہی ہے کہ حق کو ثابت کرنے کے لیے ان دلائل کا سہارا لیا جا سکتا ہے جو توحید کی حقانیت اور شرک کے بطلان کے لیے پیش کی جا سکتی ہیں، جب کہ باطل کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں۔ دوسری طرف نازیبا کلمات کہنا ایک ایسی بات ہے جس کی قدرت اہلِ حق اور اہلِ باطل دونوں رکھتے ہیں، بلکہ اہلِ باطل اپنے خبثِ باطن کی وجہ سے اس میدان میں زیادہ مہارت رکھتے ہیں، اس لیے ایسا کرنا دین اسلام کے مفاد میں نہیں[46]۔

مزید فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا نرا فساد اور فتنہ ہے جس میں کوئی مصلحت نہیں، اس کو اس مثال کے ساتھ جوڑنا درست ہی نہیں کہ منکر کی تغییر اگر فساد کا پیش خیمہ بنے، اس لیے کہ تغییرِ منکر بذاتِ خود ایک مطلوب چیز ہے اور اس سے فتنہ کا اٹھنا ایک عارضی چیز ہے، اسی لیے ایسے موقع پر علماء میں جزوی اختلاف بھی کبھی پیدا ہوتا ہے کہ یہاں مصلحت کے حصول کو مقدم رکھا جائے یا فتنہ دفع کرنے کو ترجیح دی جائے، جب کہ پہلے معاملے میں ایسا نہیں[47]۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں داعی کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اسے غیر مفید کام میں صلاحیت صرف ہی نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ شرک کے ابطال کے لیے بتوں کی کمزوری بیان کرنا ہی کافی ہے، اس لیے نازیبا کلمات کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں۔

دونوں آراء کو دقتِ نظر سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں میں تعارض نہیں، اس لیے ان دونوں وجوہات کی بنیاد پر ان کے بتوں کو برا بھلا کہنے اور ان کی مقدسات کی توہین سے روکا گیا۔

**4- مقدسات کے احترام کے حوالے سے پاکستانی قانون:**

پاکستان پینل کوڈ (مجریہ 1860ء) میں دوسروں کے جذبات کے احترام اور مذاہب کے تقدس سے متعلق کئی دفعات

شامل ہیں، جن میں سے کچھ اسلام کے ساتھ خاص ہیں، اور کچھ دفعات میں کسی مذہب کی تخصیص نہیں، ان تمام دفعات کو توہینِ مذہب و توہینِ رسالت سے متعلق دفعات کہا جاتا ہے جس میں مختلف قسم کے جرائم کا ذکر ہے، جن میں مذہبی عنوانات کا غلط استعمال، قرآن پاک کے نسخے کی بے حرمتی، جان بوجھ کر مذہبی جذبات کو بھڑکانا، اور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین آمیز الفاظ کا استعمال شامل ہے۔ ان جرائم پر جرمانے سے لے کر طویل قید تک سزاؤں کا ذکر ہے، اور حضور اکرم ﷺ کی توہین کرنے کی صورت میں سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔

ان دفعات میں دفعہ نمبر 295 توہینِ مذہب کے ارادے سے عبادت گاہ کی بے حرمتی سے متعلق ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ دو سال قید کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

دفعہ نمبر 295-ا کسی گروہ کے مذہبی جذبات کو جان بوجھ کر بھڑکانے سے متعلق ہے جس پر جرمانے کے ساتھ یا جرمانے کے بغیر، زیادہ سے زیادہ دس سال قید کی سزا مقرر ہے۔

دفعہ نمبر 295-ب کا تعلق قرآن مجید کے نسخے کی بے حرمتی سے ہے، جس پر لازمی عمر قید کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

دفعہ نمبر 295-ج رسول اللہ ﷺ کے بارے میں توہین آمیز کلمات سے متعلق ہے، جس پر سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔

دفعہ نمبر 296 مذہبی اجتماعات میں خلل ڈالنے سے متعلق ہے، جس پر زیادہ سے زیادہ ایک سال قید یا جرمانہ یا دونوں کی سزا مقرر ہے۔

دفعہ نمبر 297 قبروں کی بے حرمتی سے متعلق ہے جس پر زیادہ سے زیادہ ایک سال قید کی سزا متعین ہے۔

دفعہ 298 جان بوجھ کر مذہبی جذبات کو مجروح کرنے سے متعلق ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ ایک سال قید کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

دفعہ 298-ا مقدس شخصیات کے بارے میں توہین آمیز کلمات سے متعلق ہے جس پر جرمانے کے ساتھ یا اس کے بغیر، زیادہ سے زیادہ تین سال قید کی سزا مقرر ہے۔

دفعہ 298-ب بعض مذہبی عنوانات اور اصطلاحات کے غلط استعمال سے متعلق ہے جس پر تین سال قید اور جرمانے کی سزا متعین ہے۔

دفعہ 298-ج قادیانی کا خود کو مسلمان کہنے یا اپنے عقیدے کی پرچار کرنے سے متعلق ہے جس پر جرمانے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تین سال قید کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

توہینِ مذہب و رسالت کی ممانعت کا مذکورہ بالا قانون (کچھ فقہی اور قانونی خامیوں کے باوجود) مقدسات کے احترام کی ضمانت دیتا ہے، لیکن حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے اس پر عمل درآمد میں کوتاہی بعض اوقات لوگوں کی جانب سے مقدسات کا تقدس پامال کرنے کا باعث بنتی ہے۔

**5- مقامی اور بین الاقوامی سطح پر توہینِ رسالت کے بڑھتے ہوئے واقعات:**

**5.1- بین الاقوامی سطح پر توہینِ رسالت کے واقعات:**

سابقہ آیات، نصوص، اقوال اور واقعات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسلام کفر و شرک کی تردید کے ساتھ مقدسات اور دوسروں کے جذبات کے احترام پر زور دیتا ہے، اسی لیے بہت شاذ و نادر ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ کوئی مسلمان کسی اور نبی، یا کسی مذہب کی مقدسات کی توہین کرلے۔ دوسری طرف مسلسل یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ کافروں کی طرف سے مسلمانوں کی مقدسات کی توہین کو روا رکھا جاتا ہے اور بالخصوص رسول کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کی ناپاک جسارت کی جاتی ہے۔

حالیہ دور میں یورپ اور دیگر مغربی ممالک میں آزادی اظہار رائے کے عنوان سے توہینِ رسالت کے واقعات میں اضافہ دیکھا گیا جس پر عالمِ اسلام میں شدید ردِ عمل سامنے آیا، اور جس کے نتیجے میں املاک تباہ ہوئے، اور درجنوں لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ خاص طور میں 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے بعد ایک منظم طریقے سے اس مہم کو شروع کیا گیا اور بہت سی کتابیں شائع کی گئیں۔ ان کتابوں کو مغربی ممالک میں حد درجہ پذیرائی حاصل ہوئی جس کا سبب ان کے مصنفین کی ذہانت نہیں تھی بلکہ بنیادی سبب وہ بغض تھا جس کا اسلام اور مسلمانوں سے اظہار کیا جاتا ہے۔

اس تناظر میں معروف کوششوں میں سلمان رشدی کی "شیطانی آیات" نامی وہ کتاب ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کی گئی ہے اور آزادی اظہار رائے کے بہانے اسلام کے شعائر کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

ستمبر 2005 میں ڈنمارک کے ایک اخبار (Jyllands-Posten) نے توہین آمیز کارٹون بنانے کا مقابلہ منعقد کیا، اور اس میں کچھ کارٹون شائع کیے گیے، مسلمانوں کی طرف سے ان تصاویر کو روکنے کی بسیار کوشش کی گئی، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس کے بعد ڈنمارک نے مزعومہ اسلامی انتہاپسندی کا مقابلہ کرنے کے بہانے ایک بار پھر بڑے پیمانے پر توہین آمیز کارٹون شائع کیے۔ یورپی ممالک کے دیگر کئی اخبارات نے ڈنمارک کے اخبار کے ساتھ یکجہتی کا اعلان کیا اور ناروے، جرمنی، سپین، اٹلی، نیدرلینڈز اور امریکہ میں ان کارٹونوں کی اشاعت کی گئی[48]۔

2012 میں (Innocence of Muslims) نامی ایک بنائی گئی، اس فلم کو ایک اسرائیلی نژاد امریکی نے تیار کیا تھا جو اسلام کے سخت ترین مخالفین میں سے ہے، فلم میں رسول اکرم ﷺ، امہات المؤمنین اور صحابہ کرام کے بارے میں ہر قسم کی توہین، الزام تراشی اور افتراپردازی ہے، جس کو دیکھنا کوئی مسلمان گوارا نہیں کرسکتا[49]۔ سان فرانسسکو کی عدالت نے اپنے فیصلے میں یوٹیوب انتظامیہ کو فلم دکھانے کی اجازت اس بنیاد پر دی کہ اسے روکنا آزادی اظہارِ رائے کے حق کے خلاف ہے جس کی ضمانت امریکہ کے آئین میں دی گئی ہے[50]۔

اس فلم کے نتیجے میں پوری دنیا میں وسیع پیمانے پر مظاہرے ہوئے، جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں لوگ مارے گئے اور مختلف اسلامی ممالک میں امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے سفارت خانوں کے سامنے احتجاجی مظاہرے کیے گئے[51]۔

2012 میں فرانس کے ایک میگزین چارلی ہیبڈو نے توہین آمیز کارٹون شائع کیے جس سے عالم اسلام میں غم و غصہ کی شدید لہر اٹھی اور کئی اسلامی ممالک میں احتجاجی مظاہرے ہوئے، اس سے قبل اسی میگزین نے فروری 2006 میں ڈنمارک کے اخبار میں شائع ہونے والے کارٹونوں کو بھی شائع کیا تھا[52]۔

2018 میں ایک ڈچ سیاست دان گیرٹ وائلڈر -جو اپنے اسلام مخالف موقف کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے- نے کارٹون بنانے کے ایک اور مقابلے کے انعقاد کا اعلان کیا جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں بے چینی کی ایک لہر اٹھی، اور بڑے

پیمانے پر مظاہرے ہوئے، بعد میں اس بڑھتے ہوئے دباؤ اور بڑے پیمانے پر احتجاج کی وجہ سے اس نے فیصلہ واپس لے لیا[53]۔

بار بار ہونے والے ان واقعات کی سب سے اہم وجہ اسلاموفوبیا یا اسلام دشمنی ہے، جس سے مراد اسلام کے پھیلنے کا خوف، مذہبِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب کے جذبات ہیں[54]۔ حالیہ دہائیوں میں اس رجحان میں غیر معمولی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ہراساں کیا جاتا ہے، ان کی تضحیک کی جاتی ہے، ان پر پابندیاں لگائی جاتی ہیں، انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اسلامی اقدار کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کی جاتی ہے اور اس سب کو آزادیٔ اظہار رائے کی من پسند تشریح کے چھتری تلے روا رکھا جاتا ہے۔

### 5.2- مقامی سطح پر توہینِ رسالت کے واقعات:

اقلیتوں کی ایک کثیر تعداد کا وجود اسلامی جمہوریہ پاکستان کو دیگر کافی اسلامی ممالک سے ممتاز کرتی ہے، اس کی زیادہ تر آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے، مسلمان اس کی آبادی کا 96 فیصد نمائندگی کرتے ہیں(55)، اور بقیہ چار فیصد میں عیسائی، سکھ، ہندو اور بدھ مت وغیرہ کے ماننے والے شامل ہیں۔ اس صورتحال کی وجہ سے وقفے وقفے سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان فرقہ وارانہ کشیدگی کی وجہ سے ایک خوفناک ماحول پیدا ہوتا ہے جو درجنوں لوگوں کی ہلاکت اور املاک کو تباہی کا سبب بنتا ہے، عمومی طور پر ایسا دوسروں کی مقدسات اور جذبات کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اس کا ایک مظہر حضور اکرم ﷺ کی توہین کے بار بار پیش آنے والے واقعات ہیں۔ 2011 میں شائع ہونے والی بی بی سی (BBC) کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ توہینِ رسالت کے قانون کی تحقیق کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم کی تحقیق کے مطابق قانونِ توہینِ رسالت کے تحت ملک میں اب تک 950 سے زائد مقدمات درج کیے گئے ہیں[56]۔

نیویارک ٹائمز (The New York Times) کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سینٹر فار سوشل جسٹس (Centre for Social Justice، یہ اقلیتی حقوق کے لیے کام کرنے والا ایک ادارہ ہے جس کا مرکزی دفتر لاہور میں ہے) کے مطابق 1987 سے 2017ء تک پاکستان میں توہینِ رسالت کے قانون کے تحت 1500 سے زائد افراد پر فردِ جرم عائد کی گئی تھی جن میں زیادہ تر مسیحی یا قادیانی تھے[57]۔

سینٹر فار سوشل جسٹس (Centre for Social Justice) کی رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ 1987 اور 2018ء کے درمیانی عرصے میں مدعا علیہان کی تعداد 1572 تک پہنچ گئی، جن میں اکثریت (51.9%) کا تعلق مذہبی اقلیتوں سے ہے[58]۔

اگرچہ پاکستان میں توہینِ مذہب کے کیسز کی تعداد کے بارے میں یقینی طور پر درست اعداد و شمار موجود نہیں اور موجودہ اعداد و شمار میں کافی فرق پایا جاتا ہے، لیکن اس سے بہر حال یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رجحان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، اور اس کے پاکستانی معاشرے پر بھیانک اثرات مرتب ہو رہے ہیں، جس کا نتیجہ فرقہ وارانہ فسادات، املاک کی تباہی اور انسانی جانوں کے ضیاع کی صورت میں نکلتا ہے۔

اس صورتحال کا خطرناک پہلو یہ ہے کہ عمومی طور پر مسلمانوں کے ہاں بھی مقدسات کے حوالے سے حساسیت کم ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک قبیح مظاہرہ کچھ عرصہ قبل مسجد نبوی میں کیا گیا جب 28 اپریل 2022 کو کچھ ناہنجار مسلمانوں کی طرف سے

بالکل روضہ رسولؐ کے قریب پاکستانی سرکاری عہدیداروں پر آوازیں کسی گئیں اور کھینچا تانی کی ناپاک کوشش کی گئی جس سے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی(59)۔

**6-آزادیٔ اظہار رائے کا حق اور مقدسات کا احترام:**

مقدسات کی توہین روا رکھنے اور مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کو عموماً آزادیٔ اظہار رائے کے تحت جواز فراہم کیا جاتا ہے، جس کی توثیق بین الاقوامی انسانی حقوق کی دستاویزات میں بھی کی گئی ہے۔

**6.1-آزادیٔ اظہار رائے اور قومی وبین الاقوامی دستاویزات:**

اس طرزِ عمل کے مؤیدین کی طرف سے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ آزادی رائے پر قدغن لگانا درج ذیل دستاویزات سے ہم آہنگ نہیں ہے:

1-انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (UDHR: Universal Declaration of Human Rights) کا دفعہ نمبر 18 جو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب سے متعلق ہے اور دفعہ 19 جو ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہارِ رائے کی آزادی کا حق دیتا ہے اور بغیر ملکی سرحدات کی رعایت کے کسی بھی ذریعے سے علم اور خیالات کی تلاش کرکے انہیں حاصل کرنے اور ان کی تبلیغ کرنے کی اجازت دیتا ہے(60)۔

2-شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق بین الاقوامی معاہدہ (ICCPR: The International Covenant on Civil and Political Rights) کا دفعہ 18 جو آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر، آزادیٔ مذہب اور عقیدے کے تحفظ سے متعلق ہے اور دفعہ 19 جو آزادیٔ اظہار رائے سے متعلق ہے(61)۔

3-انسانی حقوق پر یورپی کنونشن (ECHR: European Convention on Human Rights) کا دفعہ 9 اور دفعہ 10 سے جو آزادیٔ فکر، آزادیٔ مذہب اور آزادیٔ اظہار رائے سے متعلق ہیں(62)۔

4-آئین پاکستان 1973ء کے وہ دفعات جو بنیادی آزادیوں کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں جن میں عقیدہ کی آزادی اور آزادیٔ اظہار رائے بھی شامل ہے(63)۔

اس کے علاوہ دیگر مقامی، علاقائی اور عالمی دستاویزات اور معاہدوں کا بھی اس ضمن میں ذکر کیا جاتا ہے۔

**6.2-کیا آزادیٔ اظہار رائے کا حق پابندیوں سے ماوراء ہے؟**

یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ آزادی اظہار رائے کے حق کو ہر قسم کی پابندیوں سے ماوراء نہیں چھوڑا جاسکتا بلکہ دنیا کے ہر ملک میں اس پر وہاں کے معاشرے سے ہم آہنگ مختلف قسم کی پابندیاں لگائی جاتی ہیں، مثلاً یہ کہ:

- اس حق کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔
- اس کو عوامی سلامتی اور مفاد عامہ کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔
- اس آزادی کے استعمال سے کسی اور قانون کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔
- اس حق کو استعمال کرتے ہوئے کسی کے احساسات وجذبات کو مجروح نہ کیا جائے۔
- یہ آزادی کسی اور جرم کا پیش خیمہ نہ بنے۔

- اس آزادی سے عدالت کی توہین نہ ہوتی ہو، وغیرہ وغیرہ[64]۔

بلکہ اس طرح کے حقوق کے اثبات کے لیے جن بین الاقوامی دستاویزات کا سہارا لیا جاتا ہے انہی دستاویزات میں ہی ان حقوق پر مختلف قسم کی پابندیاں لگائی گئی ہیں، اور ان کو آزاد نہیں رکھا گیا ہے۔

چنانچہ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (UDHR) کے دفعہ 29 میں کہا گیا ہے کہ یہ حقوق اور آزادیاں قانون کی طرف سے قائم کردہ پابندیوں، جمہوری معاشرے میں دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ، امنِ عامہ اور انسانی احترام کے تابع ہیں۔ دفعہ 30 کی رو سے کسی بھی ایسی سرگرمی یا عمل کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جو اس اعلامیہ میں بیان کردہ حقوق اور آزادیوں میں کسی کے بھی منافی ہو[65]۔

شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق بین الاقوامی معاہدہ (ICCPR) کے دفعہ 20 کے دوسرے پیراگراف میں کہا گیا ہے کہ اس قانون کے تحت اشتعال انگیزی پر مبنی کوئی بھی ایسا عمل ممنوع ہے جو قومی، نسلی یا مذہبی منافرت، امتیازی سلوک اور دشمنی یا تشدد کا ذریعہ بنے۔ دفعہ 18 ذیلی دفعہ 3 میں کہا گیا ہے کہ مذہب یا عقیدے کے اظہار کی آزادی قانون کی طرف سے عائد کردہ ان پابندیوں کے تابع ہے جن کا وجود عوامی تحفظ، امن عامہ، عوامی صحت، اخلاقیات، اور دیگر لوگوں کے حقوق اور آزادیوں کی یقین دہانی کے لیے ناگزیر ہے۔ دفعہ 19 میں پھر اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ یہ آزادیاں ایسی پابندیوں کے تابع ہیں جو دوسروں کے حقوق یا ساکھ کا احترام کرنے یا قومی سلامتی، امنِ عامہ، عوامی صحت یا اخلاقیات کے تحفظ کے لیے ضروری ہیں[66]۔

اسی طرح انسانی حقوق پر یورپی کنونشن (ECHR) کے دفعہ 9 اور 10 دونوں میں یہ کہا گیا ہے کہ مذہب اور رائے کی آزادی قانون میں بیان کردہ حدود کے تابع ہے جن کا وجود ایک جمہوری معاشرے میں عوامی تحفظ، امنِ عامہ، اخلاقیات، دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے تحفظ، یا جرم کی روک تھام کے لیے ضروری ہے[67]۔

اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے مناسب یہ ہے کہ آزادئ اظہار رائے کے حق پر وہ پابندیاں لگادی جائیں جن کا ذکر انسانی حقوق سے متعلق قاہرہ کے اعلامیہ میں ہے اس اعلامیہ کو قاہرہ میں اسلامی تعاون تنظیم (OIC) کے وزرائے خارجہ کونسل نے 5 اگست 1990ء کو منظور کیا تھا۔ اعلامیہ کے دفعہ 22 میں درج ہے:

ا۔ ہر شخص کو آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اس انداز میں اظہار کرنے کا حق ہے جو اسلامی اصولوں سے متصادم نہ ہو۔

ب — ہر شخص کو اسلامی شریعت کے احکام کے مطابق نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

ج۔ میڈیا معاشرے کی ایک اہم ضرورت ہے، اور اس کا بایں طور استعمال ممنوع ہے جس سے مقدسات اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بے حرمتی ہوتی ہو، جس سے اخلاقی اقدار کو نشانہ بنایا جاتا ہو، جس سے معاشرہ میں افتراق وانتشار پھیلے یا کسی عقیدے کو ہدف بنایا جائے۔

د۔ قومی اور فرقہ وارانہ منافرت کو بھڑکانا اور ہر وہ عمل جو نسلی امتیاز کو بڑھاوا دے کسی بھی شکل میں

ممنوع ہے[68]۔

**7- مقدسات کے احترام کے حوالے سے قومی یکجہتی کے لیے عملی اقدامات:**

سابقہ سطور میں تفصیل سے بتایا گیا کہ اسلام دوسروں کی مقدسات اور جذبات کے احترام کے اصول پر زور دیتا ہے، اور یہ کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں کی مقدسات کا تذکرہ نامناسب طور پر کرے جس کے جواب میں مسلمانوں کی مقدسات کی بے حرمتی کا اندیشہ ہو۔

اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ قومی اتحاد اور ہم آہنگی کا خواب تب ہی شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے جب مقدسات اور دوسروں کی رائے کا احترام کرنے کا ماحول پیدا ہو۔ اس اصول کو نظر انداز کرنے سے معاشرے پر مرتب ہونے والے سنگین نتائج کی طرف بھی اشارہ کیا گیا۔

اس بات کی بھی وضاحت کی گئی کہ مقامی اور بین الاقوامی سطح پر توہینِ رسالت کے واقعات میں غیر متوقع اضافہ دیکھنے میں آیا ہے اور یہ سلسلہ روز بروز بڑھ رہا ہے جس سے فرقہ وارانہ فسادات میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے تناظر میں:

1- مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ شرک کی تردید دلائل سے، نرم گفتار سے اور ایسے مناسب طریقے سے کریں جس سے کافر اسلام کی طرف مائل ہوں اور دینِ اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں اتر جائے۔

2- مسلمانوں کو کافروں کے معبودوں کا ذکر ایسے نامناسب طریقے سے کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس سے ان کے جذبات اور احساسات متاثر ہوں۔ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان کے معبود بے جان ہیں اور اس میں ان کا کوئی قصور نہیں، یا اس لیے کہ وہ اصل میں نیک لوگ تھے جنہیں جاہل لوگوں نے معبود بنا لیا تھا، یا اس وجہ سے کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی توہین کا باعث بن سکتا ہے، یا اس لیے کہ یہ ایسا کوئی مصلحت آمیز کام نہیں جو شریعت میں مطلوب ہو۔

3- مسلمانوں کو ان کافروں کے ساتھ پر امن، پر سکون اور با مقصد مکالمہ اختیار کرنا چاہیے جو آزادی اظہار رائے کی آڑ میں توہینِ رسالت و مذہب کے واقعات کا دفاع کرتے ہیں یا اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کی دنیا میں مسلمانوں کے پاس کوئی ایسی سیاسی یا عسکری قوت نہیں ہے جس کے ذریعے وہ ان کوششوں کو بزورِ بازو روک سکیں۔ اس لیے بات چیت کے ذریعے ان کو اس معاملے کی سنگینی اور مسلمانوں کے لیے اس کی حساسیت کا بتلانا ضروری ہے۔

4- مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ پر امن طریقے سے اس قبیح فعل پر اپنے غم و غصے کا اظہار کریں، اور انفرادی و سرکاری املاک کی تباہی سے قطعاً احتراز کریں، اس لیے کہ اس طرح کے واقعات سے گستاخی کے واقعات میں کمی نہیں آتی بلکہ اسلام کی ساکھ مزید متاثر ہوتی ہے۔

5- اسلامی ممالک میں رہنے والی اقلیتوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس طرح کے نامناسب طرزِ عمل سے احتراز کریں، کیونکہ اس سے انتشار، عداوت اور منافرت جنم لیتی ہے اور یہی ملک دشمنوں کی آرزو ہے۔

6- اقلیتوں کو یہ بھی بخوبی جان لینا چاہیے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں آزادی اظہار رائے کی آڑ میں قطعاً اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ خدائے بزرگ و برتر اور رسول مکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کی جائے، اس

سے ملک میں رہنے والے مختلف گروہوں میں نفرت اور فساد پھیلتا ہے۔

7- علماء و مشائخ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو صبر و تحمل، دور اندیشی اور معاملات میں جلدی نہ کرنے کی تلقین کریں اور ان کو سمجھائیں کہ اپنے دین کا دفاع ایسے طریقے سے نہیں کرنا چاہیے جس کا انجامِ کار پشیمانی ہو اور جس سے معاشرے میں انتشار اور فساد کو بڑھاوا ملے۔

8. حکومت کو چاہیے کہ وہ توہینِ مذہب سے متعلق قوانین کا مؤثر طریقے سے نفاذ کرے تاکہ کسی کو دوسروں کی مقدسات کا تقدس پامال کرنے، خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی توہین کی جرات نہ ہو، جس سے ان کروڑوں مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے جو حضور اکرم ﷺ سے اپنی جانوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور ان کی محبت میں سرمایۂ تن کو قربان کرنا باعثِ شرف و صد افتخار سمجھتے ہیں۔

9- حکومت کو چاہیے کہ وہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان امن اور ہم آہنگی پیدا کرنے، ان کو مشترکات پر جمع کرنے اور لوگوں کے درمیان تفرقہ اور نفرت پھیلانے کے ممکنہ راستے بند کرنے کے لیے سنجیدہ کوشش کرے۔

10- تمام مقامی اور بین الاقوامی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ مقدسات کے احترام کے اصول پر زور دیں تاکہ فکری اور فرقہ وارانہ اختلافات اور تنازعات سے بچا جاسکے۔

11- عالمی برادری کو اس بات کا احساس کرلینا چاہیے کہ مسلمانوں کو اپنے پیغمبر سے والہانہ عقیدت و محبت ہے جس کو کسی دوسری محبت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں اس بات کا بھی ادراک ہونا چاہیے کہ دنیا کی سلامتی اور امن وامان کا دار و مدار انسانیت، مذاہب اور مقدسات کے احترام پر ہے اور اس عالی مقصد کو ان اصول پر عمل کیے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

12- تمام اقوامِ عالم کو ایک عالمی معاہدے پر دستخط کرنے چاہئیں، جس کی رو سے مذاہب کی توہین اور کسی بھی فرقے کی معزز شخصیات کی توہین کو جرم قرار دیا جائے۔

**نتائج بحث:**

سابقہ تفصیل سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

1- ہر مذہب میں ایسی مقدسات ہوتی ہیں جن کا اس مذہب کے ماننے والے احترام و دفاع کرتے ہیں، لہٰذا ان کے بارے میں نازیبا گفتگو سے احتراز کرنا چاہیے۔

2- مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کافروں کے معبودوں کا ذکر اس طرح کرنے سے گریز کریں جس سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول ﷺ کی توہین پر برانگیختہ ہوں۔

3- شرک اور مشرکین کی مذمت اور ان کے معبودوں کی کمزوری کا اظہار کرنا شریعت کا ایک اہم مقصد ہے، لیکن اس کا اظہار بامقصد طریقے سے ہونا چاہیے جو کفار کے لیے اسلام قبول کرنے کی راہ میں معاون ہو نہ یہ کہ وہ قریب آنے کے بجائے مزید دور ہوں۔

4- ذرائع کا فیصلہ اس کے نتائج کو دیکھ کر کیا جاتا ہے اور راستے کا فیصلہ منزل کو دیکھ کر کیا جاتا ہے، اس لیے ایسے کام جو بنیادی طور پر جائز ہوں حرام اور فساد پر منتج ہونے کی صورت میں ناجائز ٹھہرتے ہیں۔

5- مشرکین کے معبودوں کے بارے میں نازیبا گفتگو کی ممانعت رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ یہ حکم قیامت تک باقی ہے، اس لیے جب بھی ایسا کرنے سے اللہ تعالی کو توہین کا راستہ کھلے تو اس کی روک تھام ضروری ہے۔

6- صاحبِ حق کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی مصلحت کے پیش نظر اپنے حق سے وقتی طور پر دستبردار ہو جائے جب ایسا کرنا مزید دینی نقصان کا باعث نہ بنے۔

7- اسلام کی دعوت دینے والے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کفار سے مناسب اور بامقصد طریقے سے بحث کریں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور بغیر طعن و تشنیع کے شرک کا بطلان ثابت کریں۔

8- حالیہ دنوں میں آزادی اظہار رائے کے جھنڈے تلے مقامی اور بین الاقوامی سطح پر رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس کی توہین کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے جس کے منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں، اور جس کا نتیجہ ہر دفعہ املاک کی تباہی، انسانی جانوں کے ضیاع اور باہمی نفرت وعداوت کے فروغ کی صورت میں نکلتا ہے۔

9- اظہار رائے کی آزادی کے حق کو بغیر کسی پابندی کے نہیں چھوڑا جا سکتا بلکہ اس پر اس طرح کا قدغن ضروری ہے جس سے مقدسات کی توہین کا رستہ بند ہو۔ یہی عقلِ سلیم کا تقاضہ بھی ہے اور انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی اور ملکی دستاویزات بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

10- قومی اتحاد، الفت اور ہم آہنگی ایک ایسا خواب ہے جو مقدسات کی پامالی بند کرنے اور دوسروں کی رائے کے احترام سے ہی شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

11- مقالے کے آخر میں خاتمہ سے قبل جن سفارشات کا ذکر کیا گیا ہے قومی اتحاد اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ان پر عمل درآمد ناگزیر ہے۔

**وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔**

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

**حوالہ جات(References)**

1- الشوری:8.

*Al-Shūara: 8.*

2- ھود:118-119.

*Hūd: 118-119*

3-آل عمران:64.

*Āl-'Imrān: 64*

4-الممتحنة:8.

*Al-Mumtahinah: 8*

5-الأنعام:108.

*Al-An'ām: 108.*

6- شمس الدين محمد بن أبي بكر، ابن قيّم الجوزّية(م: 751ھ)، أحكام أهل الذمة، رمادي للنشر-الدمام، الطبعة الأولى 1418ھ، ج3، ص 1162.

*Shams al-Dīn Muhammad bin Abī Bakr, Ibn e Qayyim al-Jauzīyyah (751 ), Ahkām Ahl al-Zīmmah, Ramādi li al-Nashr, al-Damām, 1st Edition 1480H, V 3, P 1162.*

7- حسن بن موسى الصفار، التعددية والحرية في الإسلام (بحث حول حريّة المعتقد وتعدّد المذاهب)، مركز الحضارة لتنمية الفكر الإسلامي، بيروت، الطبعة الرابعة، 2010م، ص:49.

*Hassan bin Mūsa al-Saffār, al-T'addudīyyah wa al-Hurrīyyah fi al-Islām, Markaz al-Hizārah li Tanmiyati al-Fikr al-Islāmi, Beirut, 4th Edition, 2010 AD, P 49.*

8-حوالہ بالا۔

*Ibid.*

9-الحج:32.

*Al-Hajj: 32*

10-المائدة:2.

*Al-Māidah: 2.*

11-البقرة:4.

*Al-Baqarah: 4.*

12-البقرة:136.

*Al-Baqarah: 136.*

13-النساء:152.

*Al-Nisā: 152.*

14-أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي(م:204ھ)، الأم، دار المعرفة-بيروت، 1410ھ، ج4، ص210.

*Abū 'Abdullah Muhammad bin Idrīs al-Shāf'I (204 H), al-'Umm, dar al-M'arifah, Beirut, 1410H, V 4, P 210.*

15- أبو محمد عبد الملك بن هشام الحميري (م: 213هـ)، السيرة النبوية، المحقق: طه عبد الرؤوف سعد، دار الجيل - بيروت، الطبعة الأولى 1411هـ، ج 3، ص 31.

*Abu Muhammad Abdul Malik bin Hishām al-Himyari (213H), al Sīrah al Nabawiyyah, al Muhaqqiq : Taha Abdul Raūf S'ad, Dar al Jil, Beirut, 1st Edition 1411H, V 3, P 31.*

16- محمد بن أبي بكر، ابن قيم الجوزية (م: 751هـ)، زاد المعاد في هدي خير العباد، مؤسسة الرسالة، بيروت - مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، الطبعة السابعة والعشرون 1415هـ، ج3، ص604.

*Muhammad bin Abī Bakr, Ibn Qayyim al Jauziyah (751H), Zaad al M'ād fi Hadyi Khair al 'Ibād, Muassasa al Risālah, Beirut- Maktabah al Manār al 'Islamiyah, Kuwait, 27th Edition 1415H, V 3, P 604.*

17- محمد بن جرير، أبو جعفر الطبري (م: 310هـ)، تاريخ الرسل والملوك (تاريخ الطبري)، دار التراث بيروت، الطبعة الثانية 1387هـ، ج 3، ص609.

*Muhammad bin Jarīr, Abu J'afar al Tabari (310H), Tarīkh al Rusul wa al Mulūk (Tarīkh al Tabari), Dar al Turāth Beirut, 2nd Edition 1387H, V 3, P 609.*

18- اس واقعے کو ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"ودخل عمر بن الخطاب بيت المقدس، وجاء كنيسة القمامة، فجلس في صحنها، وحان وقت الصلاة، فقال للبترك: أريد الصلاة، فقال له: صلِّ موضعك، فامتنع وصلّى على الدرجة التي على باب الكنيسة منفرداً، فلما قضى صلاته قال للبترك: لو صليتُ داخل الكنيسة أخذها المسلمون بعدي وقالوا هنا صلّى عمر، وكتب لهم أن لا يجمع على الدرجة للصلاة ولا يؤذن عليها".

عبد الرحمن بن محمد، ابن خلدون الإشبيلي (م: 808هـ)، ديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر (تاريخ ابن خلدون)، تحقيق: خليل شحادة، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية 1408هـ، ج2، ص268.

تاریخی کتابوں میں اس واقعے کا ذکر ملتا ہے مگر احادیث و آثار وغیرہ کی کتابوں میں اس واقعے کا ذکر نہیں۔

*'Abdul Rahman bin Muhammad, ibn Khaldūn al 'Ishbili (808H), Dīwān al Mubtadā wa al Khabr fi Tārīkh al 'Arab wa al Barbar wa man 'Āsarahum min Zawi al Shān al 'Akbar (Tarīkh ibn Khaldūn), Dar al Fikr Beirut, 2nd Edition 1408H, V 2, P 268.*

19- المائدة: 3.

*Al-Ma'idah: 3.*

20-آل عمران:19.

*Āl-'Imrān: 19.*

21-آل عمران:85.

*Āl-'Imrān: 85.*

22-الحج:73.

*Al-Hajj: 73.*

23-الأنبياء:98.

*Al-Anbiyā': 98.*

24-التوبة:28.

*al-Taubah: 28.*

25-البقرة:89.

*al-Baqarah: 89.*

26- محمد بن إسماعيل البخاري (م: 256ھ)، الجامع الصحيح، كتاب الجنائز، باب مايكره من اتخاذ المساجد على القبور، دار الشعب-القاهرة، الطبعة الأولى 1407ھ، ج2، ص111، رقم1330.

*Muhammad bin 'Ismāil al Bukhārī (256H), al Jām'i al Sahīh, Kitāb al Janaiz, Bāb "Maa Yukrahu min Ittekhaz al Masajid ala al Quboor" Dar al Sha'ab Cairo, 1st Edition 1407H, Vol 2 P 111, No. 1330.*

27- محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحيح، كتاب البيوع، باب لايذاب شحم الميتة، ولايباع ودسه، ج3، ص107، رقم2223.

*Muhammad bin 'Ismāil al Bukhārī, al Jām'i al Sahīh, Kitāb al Buyoo, Bāb "Laa Yuzabu Shahm ul Maitah" V 3, P 107, No. 2223.*

28- أبو القاسم محمود بن عمرو جار الله الزمخشري (م: 538ھ)، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الثالثة 1407ھ، ج2، ص56.

*Abū al Qāsim Mahmūd bin 'Amr Jār Allah al Zamakhsharī (538H), al Kashhāf an Haqāiq Ghawāmiz al Tanzīl, Dār al Kitāb al 'Arabi, Beirut, 3rd Edition 1407H, V 2, P 56.*

29-نوح:23.

*Nūh: 23.*

30- محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحيح، كتاب التفسير، باب "ودا ولا سواعا، ولا يغوث ويعوق"، ج6، ص199، رقم:4920.

*Muhammad bin 'Ismāil al Bukhārī, al Jām'i al Sahīh, Kitāb al Tafsīr, Bāb "waddan wa la Suwā'an wa la Yaghūs wa Ya'ūq" V 6, P 199, No. 4920.*

31- أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي (م: 321ھ)، شرح مشكل الآثار، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى 1415ھ، ج3، ص15، رقم: 986.

*Abū J'afar 'Ahmad bin Muhammad al Tahāwī (321H), Sharah Mushkil al 'Āthār, Muassasah al Risālah, 1st Edition 1415H, V 3, P 15, No. 986.*

32- الأنبياء: 101.

*Al Anbiyā: 101.*

33- عبد المنعم بن عبد الرحيم ابن الفرس الأندلسي (م: 597ھ)، أحكام القرآن، تحقيق: طه بن علي بو سريح وغيره، دار ابن حزم، الطبعة الأولى 1427ھ، ج 3، ص 15.

*'Abd al Mun'im 'Abd al Rahīm 'ibn al Faras al 'Andulusi (597H), 'Ahkām al Qurān, Dār 'ibn Hazam, 1st Edition 1427H, V 3, P 15.*

34- الأنعام: 108.

*Al-'Anām: 108.*

35- أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي (م: 774ھ)، تفسير القرآن العظيم، المحقق: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة الثانية 1420ھ، ج3، ص314.

*'Abu al Fidā' 'Ismāīl bin 'Umar bin Kathīr al Dimashqī (774H), Tafsīr al Qurān al 'Azīm, Dār Tayyabah li al-Nashr wa al-Tauz'ī, 2nd Edition 1420H, V 3, P 314.*

36- أبو محمد عبد الملك بن هشام الحميري (م: 213ھ)، السيرة النبوية، المحقق: طه عبد الرؤوف سعد، دار الجيل -بيروت، الطبعة الأولى 1411ھ، ج1، ص357. أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي (م: 774ھ)، السيرة النبوية (من البداية والنهاية لابن كثير)، تحقيق: مصطفى عبد الواحد، دار المعرفة -بيروت، 1395ھ، ج2، ص51.

*'Abdul Malik bin Hishām al Himyarī (213H), al Sīrah al Nabawiyyah, Dār al Jil, Beirut, 1st Edition, 1411H, V 1, p 357. Abu al Fidā' 'Ismāīl bin 'Umar bin Kathīr al Dimashqī (774H), al Sīrah al Nabawiyyah (min al Bidayah wa al Nihāyah li 'Ibn Kathīr), Dār al M'arifah, Beirut, 1395H, V 2, P 51.*

37- أبو جعفر محمد بن جرير الطبري (م: 310ھ)، جامع البيان في تأويل القرآن، تحقيق: أحمد محمد شاكر، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى 1420ھ، ج12، ص34.

*Abu J'afar Muhammad bin Jarīr al Tabarī (310H), Jām'i al Bayān fī Tawīl al Qurān, Muassasah al Risālah, 1st Edition 1420H, V 12 P 34.*

38- الأنعام: 108.

*al-'Anām: 108.*

39-عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله السعدي (م: 1376ھ)، تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان، المحقق: عبد الرحمن بن معلا اللويحق، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1420ھ، ص268.

*'Abdul Rahmān bin Nāsir bin 'Abdullah al S'adī (1376H), Taisīr al Karīm al Rahmān fī Tafsīr Kalām al Mannān, Muassasah al Risālah, 1st Edition 1420H, P 268.*

40-ينظر: أبو محمد علي بن أحمد، ابن حزم الأندلسي الظاهري (م: 456ھ)، الناسخ والمنسوخ في القرآن الكريم، تحقيق: د. عبد الغفار سليمان البنداري، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى 1406ھ، ص38.

*'Abu Muhammad 'Ali bin 'Ahmad 'ibn Hazam al 'Andulusī al Zāhirī (456H), al Nāsikh wa al Mansūkh fī al Qurān al Karīm, Dār al Kutub al 'Islmiyyah, Beirut, 1st Edition 1406H, P 38.*

41 - أبو عبد الله محمد بن أحمد، شمس الدين القرطبي (م: 671ھ)، الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي)، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، دار الكتب المصرية - القاهرة، الطبعة الثانية، 1384ھ، ج7، ص61.

*'Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad, Shams ud Din al Qartabi (671H), al-Jam'i, li Ahkaam al Quran (Tafsir al Qartabi), Tahqiq: Ahmad al Barduni and Ibrahim Atfish, Dar ul Kutub al Misriyyah Cairo, 2nd Edition 1384H, Vol 7, P 61.*

42-عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (م: 911ھ)، الإكليل في استنباط التنزيل، تحقيق: سيف الدين عبد القادر الكاتب، دار الكتب العلمية، بيروت، 1401ھ، ص120.

مزید دیکھئے: د. وهبة بن مصطفى الزحيلي (م: 1436ھ)، التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج، دار الفكر المعاصر، دمشق، الطبعة الثانية 1418ھ، ج7، ص328.

*Zain al Dīn bin 'Ibrahīm bin Nujaim al Misr, 970H, al 'Ashbah wa al Nazāir 'ala Mazhab 'Abī Hanīfa al N'omān, Dar al Kutub al 'Ilmiyyah, Beirut, 1st Edition, 1419H, P 78. Wahabah bin Mustafā al Zuhaylī (1436H), al Tafsīr al Munīr fī 'Aqīdah wa al Sharī'ah wa al Manhaj, Dar al Fikr al Mu'asir, Damascus, 2nd Edition 1418H, V 7, P 328.*

43-علامہ قاسمی نے اپنی تفسیر میں امام حاکم سے یہ قول نقل کیا ہے۔ دیکھئے: محمد جمال الدين بن محمد القاسمي (م: 1332ھ)، محاسن التأويل، تحقيق: محمد باسل عيون السود، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى 1418ھ، ج4، ص464.

*Muhammad bin Jamāl al Dīn bin Muhammad al Qāsmi (1332H), Mahāsin al Tāwīl, Dar al Kutub al 'Ilmiyyah Beirut, 1st Edition 1418H, V 4, P 464.*

44-ينظر: زين الدين بن إبراهيم، ابن نجيم المصري (م: 970ھ)، الأشباه والنظائر على مذهب أبي حنيفة النعمان، دار الكتب العلمية، بيروت،

الطبعۃ الأولی، 1419ھ، ص78. لجنۃ العلماء والفقھاء، مجلۃ الأحکام العدلیۃ، تحقیق: نجیب ھواوینی، مکتبۃ نور محمد، کراتشی، ص19.

*Zain al Dīn bin 'Ibrahīm bin Nujaim al Misri (970H), al 'Ashbah wa al Nazāir ʻala Mazhab 'Abī Hanīfa al Nʻomān, Dar al Kutub al 'Ilmiyyah, Beirut, 1st Edition, 1419H, P 78.*

45- أبو عبد اللہ محمد بن عمر، فخر الدین الرازي (م: 606ھ)، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، دار إحیاء التراث العربي - بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1420ھ، ج13، ص110.

*Abu Abdullah Muhammad bin ʻUmar Fakhr al Dīn al Rāzi (606H), Mafātih al Ghaib (al Tafsīr al Kabīr), Dar 'Ihya' al Turās al ʻArabi, Beirut, 3rd Edition 1420H, V 13 P 110.*

46- محمد الطاهر بن عاشور التونسي (م: 1393ھ)، تحریر المعنی السدید وتنویر العقل الجدید من تفسیر الکتاب المجید، الدار التونسیۃ للنشر، تونس، 1984م، ج7، ص430.

*Muhammad Tāhir bin ʻAshūr al Tūnasi (1393H), Tahrīr al Maʻni al Sadīd wa Tanwīr al ʻAql al Jadīd min Tafsīr al Kitāb al Majīd, al Dār al Tūnsiyyah li al-Nashr, Tunas, 1984H, V 7, P 430.*

47- حوالہ بالا۔

*Ibid.*

*48 - See; David Nash, "Blasphemy in the Christian World: A History", P. 50. See also; https://en.wikipedia.org/wiki/Jyllands-Posten_Muhammad_cartoons_controversy. https://www.islamweb.net/ar/article/142854.*

*49 - See; https://www.alukah.net/sharia/0/44498/#ixzz6WO5u3vQv. See also; https://www.theguardian.com/film/filmblog/2012/sep/17/innocence-of-muslims-demonstration-film.*

*50 - https://www.bbc.com/arabic/scienceandtech/2015/05/150519_anti_islam_film_ban_lifted_for_google.*

*51 - See; https://www.bbc.com/news/world-africa-19572912.*

*52 - See; https://en.wikipedia.org/wiki/Charlie_Hebdo#2006_publication. https://www.aljazeera.net/news/international/2007/2/8.*

*53 - See; https://www.reuters.com/article/us-netherlands-cartoon-wilders-idUSKBN1YX098.*

54- مجموعۃ من الباحثین، الإسلاموفوبیا في أوروبا—الخطاب والممارسۃ، المرکز العربي الدیمقراطي للدراسات الاستراتیجیۃ والسیاسیۃ والاقتصادیۃ في ألمانیا، الطبعۃ الأولی، 2019م، ص:5.

*Majmū'ah min al Bahisīn, al 'Islāmophobiā fī 'Orūbba: al Khitāb wa al Mumārasah, al Markaz al 'Arabi al Dīmaqrātī li al Dirāsāt al al 'Istirātejiyyah wa al-Siyāsiyyah wa al 'Iqtisādiyyah fī 'Almaniyah, 1st Edition 2019 AD, P 5.*

*55 - https://www.pbs.gov.pk/content/population-religion.*

*56 - See; https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2011/01/110114_blasphemy_cases_rwa.*

*57 - See; "Hindu Veterinarian is Latest to Face Blasphemy Charges in Pakistan", https://www.nytimes.com/2019/05/30/world/asia/pakistan-blasphemy-law.html.*

*58 - See; Centre for Social Justice, "Challenges in Exercising Religious Freedom in Pakistan, A research Report", December 2019, P. 29, available at; http://www.csjpak.org/.*

*59 - https://www.dawn.com/news/1687410.*

*60 - https://www.un.org/ar/universal-declaration-human-rights/index.html.*

*61 - https://www.ohchr.org/en/professionalinterest/pages/ccpr.aspx.*

*62 - https://www.echr.coe.int/documents/convention_eng.pdf.*

*63 - See; Chapter 1: Fundamental Rights, Article 8 onwards, "The Constitution of Pakistan 1973".*

*64 - See for details; Decision of Islamabad High Court, "Salman Shahid vs Federation of Pakistan", Writ Petition 739-2017, Para 17, decided on 31/3/2017.*

*65 - https://www.un.org/ar/universal-declaration-human-rights/index.html.*

*66 - https://www.ohchr.org/AR/ProfessionalInterest/Pages/CCPR.aspx.*

*67 - https://www.echr.coe.int/documents/convention_eng.pdf.*

*68 - http://hrlibrary.umn.edu/arab/a004.html.*